عروہ بن زبیر رحمہ اللہ کی مراسیل پر علی عمران کذاب پر رد

أبو تراب سلفي

عروۃ بن زبیر رحمہ اللہ کی مراسیل پر علی عمران رافضی کذاب رد

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

إِنَّ الْحَمْدَ لِلَّهِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ ، وَنَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا ، مَنْ يَهْدِهِ اللَّهُ فَلا مُضِلَّ لَهُ ، وَمَنْ يُضْلِلْ فَلا هَادِيَ لَهُ ، وَأَشْهَدُ أَنَّ لا إِلَهَ إِلا اللَّهُ ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ

جب ہم نے قوی اور صحیح دلائل سے عروہ بن زبیر رحمہ اللہ کی مرسل روایات کو ضعیف ثابت کیا تو اہل باطل رافضہ کی صفوں میں بدترین کھلبلی مچ گئی اور انہوں نے ایک بار پھر اپنے روایتی ہتھیار جھوٹ اور کذب بیانی سے کام لیتے ہوئے عروہ بن زبیر رحمہ اللہ کی مراسیل کو صحیح ثابت کرنے کی کوشش کی۔رافضی نے اپنے جواب کی بنیاد ہی جھوٹ سے رکھی اور سب سے پہلے خطیب تبریزی رحمہ اللہ پر جھوٹ بولتے ہوئے لکھا۔۔

اقول:۔۔۔۔بہرحال اپنی جگہ عجیب دلیل ہے کہ عروۃ کا سماع ثابت نہیں پھر بھی ایک دوسری سند کی وجہ سے اسے صحیح قرار دیا گیا اس کا رد بھی ہم اس کے مقام پر کر دیں گے ان شاء اللہ۔۔رہی بات عروہ کی مراسیل کی تو اس کی مراسیل کو صحیح کہا گیا ہے بلکہ اس روایت کو جو یہاں پر زیر بحث ہے اسے

بھی صحیح کہا گیا ہے۔چنانچہ الخطيب التبريزي اپنی کتاب الإكمال في أسماء الرجال میں اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔والخبر صحيح مع إرساله وله شاهد من حديث أبي ذؤيب وعلي بن أبي طالب اور یہ خبر صحیح ہے ارسال کے باوجود اور حدیث ابي ذویب اور علی ابن ابی طالب اس کی شاہد ہیں۔الإكمال في أسماء الرجال - الخطيب التبريزي - الصفحة ٢١

الجواب بعون الوھاب

یہ اس رافضی علی عمران کا کالا جھوٹ اور امام خطیب تبریزی رحمہ اللہ پر بہتان ہے کیونکہ خطیب تبریزی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب میں صرف مشکوۃ کے رجال کے تراجم بیان کیے ہیں لیکن روایات پر کی اسناد پر کسی بھی قسم کی کوئی بحث نہیں کی ہے۔

اس رافضی علی عمران کذاب نے ایک رافضی جس کا نام أبي أسد الله بن الحافظ محمد عبد الله الأنصاري ہے اس کی تعلیق جو مؤسسة أهل البيت عليهم السلام شارع فاطمي - قم المقدسة کی طبع شدہ ہے اس کی عبارت کو خطیب تبریزی رحمہ اللہ کی طرف منسوب کر دیا حالانکہ یہ بات خطیب تبریزی رحمہ اللہ نے قطعا نہیں لکھی بلکہ یہ

عبارت اس رافضی کی ہے جو اس نے الإکمال في أسماء الرجال پر اپنی تعلیق لکھی ہے۔ رافضی کو اپنے اس کذب کا جواب اللہ کے ہاں دینا پڑے گا۔ ہم اس ابن سباء کی اولاد کو چیلنج کرتے ہیں کہ خطیب تبریزی رحمہ اللہ کی کتاب الإکمال في أسماء الرجال میں سے یہ عبارت ثابت کرے۔ اس کو کتاب ہم خود فراہم کرتے ہیں ۔ لیکن ان شاء اللہ قیامت کی صبح تک یہ نہیں دیکھا سکے گا۔

اللہ کی لعنت ہو رافضہ پر جو اپنا مذہب ثابت کرنے کے لئے جھوٹ بولتے ہیں اور عوام کو مغالطہ میں ڈالتے ہیں۔ علی عمران شیعہ فورم کا ایڈ من اور مناظر ہے۔ اس رافضی کذاب کی باتوں سے محتاط رہیں کیونکہ اس جھوٹ سے اس کی عدالت ساقط ہو چکی ہے۔ اس کی کسی بات پر بھروسہ مت کریں۔

خلاصہ کلام خطیب تبریزی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو قطعا بھی صحیح نہیں کیا بلکہ انہوں نے اس کتاب میں اس حدیث پر سرے سے کوئی بحث نہیں کی ۔ رافضی نے ایک جھوٹ گھڑ کر کسی اور کی عبارت ان کے نام لگا دی۔۔

تنبیہ: رافضی نے خطیب تبریزی رحمہ اللہ کے اوپر جھوٹ باندھ کر ہی عروہ بن زبیر رحمہ اللہ کی مراسیل کو صحیح ثابت کرنے کی کوشش کی۔ لیکن اس جھوٹ کے ظاہر ہو

جانے کے بعد رافضی کا پورا جواب اس کے سر پر آ گرا اور اس کا پورا جواب ہی کالعدم ہو گیا۔ کیونکہ اس نے اپنے جواب میں بار بار اس بات کو دھرایا کہ خطیب تبریزی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے جبکہ یہ اس کا جھوٹ اور کذب تھا۔

پھر رافضی لکھتا ہے۔۔

اقول:۔۔۔۔۔۔۔یہ ناصبی حضرات کی جہالت ہی قرار دی جا سکتی ہے جو اس قدر اچھل کود کر رہے ہیں صحیح بُخاری نے عروہ سے صرف ایک یہی مرسل روایت نہیں کی بلکہ ایک اور مرسل روایت کی ہے اپنی صحیح میں، چنانچہ کتاب النکاح باب تزویج الصغار من الکبار کے تحت عروۃ کی مرسل روایت کچھ یوں بیان کرتے ہیں۔۔۔4793 حدثنا عبد الله بن يوسف حدثنا الليث عن يزيد عن عراك عن عروة أن النبي صلى الله عليه وسلم خطب عائشة إلى أبي بكر فقال له أبو بكر إنما أنا أخوك فقال أنت أخي في دين الله وكتابه وهي لي حلال

الجواب بعون الوھاب

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کی جو سند بیان کی ہے وہ سند ضعیف ہے اور مرسل ہے۔ لیکن یہ حدیث صحیح ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے مثل دوسری صحیح سند امام امام ابن ابی عاصم رحمہ اللہ کی کتاب الآحاد والمثاني میں موجود ہے۔ صحیح بخاری کی حدیث مختصر ہے جبکہ وہی حدیث مکمل متن کے ساتھ امام ابن ابی عاصم نے بیان کر رکھی ہے۔

امام ابن ابی عاصم رحمہ اللہ کہتے ہیں۔

حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، نا أَبِي، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ حَاطِبٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ خَوْلَةُ بِنْتُ حَكِيمِ بْنِ أُمَيَّةَ بْنِ الْأَوْقَصِ امْرَأَةُ عُثْمَانَ بْنِ مَظْعُونٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا وَذَلِكَ بِمَكَّةَ: أَيْ رَسُولَ اللَّهِ أَلَا تَتَزَوَّجُ؟ قَالَ: «وَمَنْ؟» قَالَتْ: إِنْ شِئْتَ بِكْرًا وَإِنْ شِئْتَ ثَيِّبًا. قَالَ: «فَمَنِ الْبِكْرُ؟» قَالَتْ: بِنْتُ أَحَبِّ خَلْقِ اللَّهِ إِلَيْكَ عَائِشَةُ بِنْتُ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ. قَالَ: «وَمَنِ الثَّيِّبُ؟» قَالَتْ: سَوْدَةُ بِنْتُ زَمْعَةَ بْنِ قَيْسٍ آمَنَتْ بِكَ وَاتَّبَعَتْكَ عَلَى مَا أَنْتَ عَلَيْهِ. قَالَ: «فَاذْهَبِي فَاذْكُرِيهِمَا عَلَيَّ» قَالَتْ: فَجَاءَتْ فَدَخَلَتْ بَيْتَ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَوَجَدَتْ أُمَّ رُومَانَ أُمَّ عَائِشَةَ قَالَتْ: أَيْ أُمَّ رُومَانَ، مَاذَا أَدْخَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلَيْكُمْ مِنَ الْخَيْرِ وَالْبَرَكَةِ؟ قَالَتْ:

وَمَا ذَاكَ قَالَتْ: أَرْسَلَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْطُبُ عَلَيْهِ عَائِشَةَ. قَالَتْ: وَدِدْتُ انْتَظِرِي أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَإِنَّهُ آتٍ. فَجَاءَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَقَالَتْ: يَا أَبَا بَكْرٍ، مَاذَا أَدْخَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلَيْكُمْ مِنَ الْخَيْرِ وَالْبَرَكَةِ، أَرْسَلَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْطُبُ عَلَيْهِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا. قَالَ: وَهَلْ تَصْلُحُ لَهُ؟ إِنَّمَا هِيَ ابْنَةُ أَخِيهِ. فَرَجَعْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لَهُ فَقَالَ: " ارْجِعِي إِلَيْهِ فَقُولِي لَهُ: أَنْتَ أَخِي فِي الْإِسْلَامِ وَأَنَا أَخُوكَ وَابْنَتُكَ تَصْلُحُ لِي " فَأَتَتْ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَقَالَ لِخَوْلَةَ: ادْعِي لِي رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَجَاءَهُ فَأَنْكَحَهُ وَهِيَ يَوْمَئِذٍ ابْنَةُ سِتِّ سِنِينَ

اس حدیث کا مفہوم مختصرا اس طرح ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا کو سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کا پیغام دے کر بھیجا تو سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا یہ آپ ﷺ کے لئے صحیح ہے کیونکہ وہ تو ان کے بھائی کی بیٹی ہے، تو انہوں نے آکر رسول اللہ ﷺ کے سامنے ساری بات کا ذکر کیا تو آپ ﷺ فرمانے لگے کہ جاؤ اور ان سے کہو کہ آپ میرے اسلامی بھائی ہیں اور آپ کی بیٹی

میرے لئے جائز ہے تو میں سیدنا ابو بکر کے پاس گئی اور انہیں یہ سب کچھ بتایا۔ تو انہوں نے فرمایا کہ سید الانبیاء رسول اللہ ﷺ کو بلالائیں اور پھر ان کا نکاح کر دیا گیا (الآحاد والمثانی ج5 ص389 رقم الحدیث 3006)

یہ حدیث بالکل صحیح ہے اور اس کی سند حسن لذات ہے۔ اس کے راویوں کا مختصر تعارف حاظر ہے۔

سعيد بن يحيي الأموي ثقہ ہیں (الکاشف للذھبی ج1 ص446 رقم 1974)

سعيد بن يحيي الأموي کے **والد** يحيي بن سعيد الأموي ثقہ ہیں (الکاشف للذھبی ج2 ص366 رقم 6172)

محمد بن عمرو الليثي **صدوق** ہیں (تقریب التھذیب لابن حجر ص884 رقم 6228)

يحيي بن عبد الرحمن اللخمي **ثقہ** ہیں (تقریب التھذیب لابن حجر ص1060 رقم 7642)

لہذا اس تحقیق سے ثابت ہوا کہ یہ متصل سند حسن لذات ہے۔ اس کے علاوہ اس حدیث کے بارے میں:

1۔ حافظ علي بن أبي بكر بن سليمان الهيثمي نور الدين رحمہ اللہ نے کہا: رجاله رجال الصحيح غير محمد بن عمرو بن علقمة وهو حسن الحديث (مجمع الزوائد ج9 صفحہ 266 رقم الحدیث 15285)

2۔ حافظ أحمد بن علي بن حجر العسقلاني أبو الفضل شهاب الدين نے اس حدیث کے متعلق کہا: إسناده حسن (فتح الباری ج7 ص225)

لہذا اس حدیث کی متصل حسن سند مل جانے کے بعد ثابت ہوا کہ صحیح بخاری کی سند مرسل ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے لیکن وہ حدیث بالکل صحیح ہے کیونکہ عروہ بن زبیر رحمہ اللہ کی متابعت یحیی بن عبد الرحمن بن حاطب رحمہ اللہ نے کر رکھی ہے۔

تنبیہ: اگر اس حدیث کی یہ متصل سند موجود نہ ہوتی تو صحیح بخاری کی حدیث ارسال کی وجہ سے ضعیف تھی۔ لیکن اس متصل سند کی وجہ سے وہ حدیث بالکل صحیح ہے کیونکہ سند

کے ضعیف ہونے سے متن کا ضعیف ہونا لازم نہیں آتا کیونکہ وہ متن کسی دوسری صحیح یا متصل حسن سند سے ثابت ہو سکتا ہے۔ والحمدللہ

خلاصہ کلام: یحیی بن عبدالرحمن کی متابعت کی وجہ سے حدیث صحیح ہو گئی اور اس مرسل سند سے صحیح بخاری کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑا کیونکہ یہ حدیث صحیح ہے۔

کیا امام بخاری رحمہ اللہ مراسیل کو حجت سمجھتے تھے؟

اب یہاں پر رافضہ اپنے خبث باطن سے یہ شبہ پیدا کرنے کی کوشش کریں گے کہ امام بخاری رحمہ اللہ مراسیل کو حجت سمجھتے تھے اسی لئے تو انہوں نے صحیح بخاری میں مراسیل لکھی ہیں۔ تو اس کذب کا جواب حاظر ہے:

امام بخاری رحمہ اللہ مراسیل کو قطعا حجت نہیں سمجھتے بلکہ ان کو ضعیف اور نا قابل حجت مانتے ہیں۔ اس کی کئی مثالیں دی جا سکتی ہیں۔ فی الحال اگر صرف امام بخاری رحمہ اللہ کی جزء القراءة خلف الإمام دیکھی جائے تو امام بخاری رحمہ اللہ نے اس میں مراسیل اور

منقطع روایات پر جرح کی اور انہیں ضعیف قرار دیا۔ مثلاامام بخاری ایک مرسل روایت

مَنْ كَانَ لَهُ إِمَامٌ فَقِرَاءَةُ الْإِمَامِ لَهُ قِرَاءَةٌ پر جرح کرتے ہوئے کہتے ہیں۔۔

هَذَا خَبَرٌ لَمْ يَثْبُتْ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَهْلِ الْحِجَازِ وَأَهْلِ الْعِرَاقِ وَغَيْرِهِمْ لِإِرْسَالِهِ وَانْقِطَاعِهِ

یہ خبر ثابت حجازی، عراقی، اور دوسرے اہل علم کے نزدیک ثابت نہیں ہے کیونکہ اس میں ارسال اور انقطاع ہے۔ (جزء القراءۃ خلف الامام للبخاری ص 8)

لہذا امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک مرسل اور منقطع حجت نہیں ہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ عروۃ رحمہ اللہ کی مرسل سند کیوں لکھی؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب میں صرف صحیح احادیث جمع کرنے کی شرط رکھی ہے۔ اور اس میں تمام مرفوع احادیث بالکل صحیح ہیں اگرچہ ان کی اسناد میں ارسال یا تدلیس کا ضعف کیوں نہ پایا جائے۔ اس کی وجہ یہ ہے ان مرسل اسناد کی مثل دوسری صحیح اسناد موجود ہیں اور مدلس راویوں کے سماع کی تصریحات موجود ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ صحیحین میں تدلیس بھی مضر نہیں اور نہ ہی ارسال۔ ہمارا اصول یاد رکھیں سند کے ضعیف ہونے سے متن کا ضعیف ہونا لازم نہیں آتا کیونکہ وہ سند کسی دوسری صحیح یا

حسن لذات سند سے ثابت ہو سکتی۔ اسی طرح سماع کی تصریحات دوسری کتب میں موجود ہیں۔ امام بخاری نے عروۃ بن زبیر رحمہ اللہ کی مرسل کو اس لئے شامل کیا کیونکہ یہ حدیث بالکل صحیح ہے اگرچہ امام بخاری رحمہ اللہ کی نقل کردہ سند ضعیف ہے۔ اگر یہ حدیث صحیح نہ ہوتی تو امام بخاری رحمہ اللہ اس کو قطعا اپنی کتاب میں شامل نہ کرتے۔

خلاصہ کلام: عروۃ رحمہ اللہ والی سند بلاشبہ ضعیف ہے لیکن حدیث صحیح ہے جیسے ثابت کیا جاچکا ہے۔

عروۃ رحمہ اللہ پر رافضی طعن کا جواب

رافضی نے اس سند میں ارسال کی وجہ سے عروۃ بن زبیر رحمہ اللہ پر اپنے خبث باطن کا اظہار کرتے ہوئے لکھا۔۔

اب پتہ نہیں عرۃ اس وقت کہاں سے چھپ کر یہ سب دیکھ رہے تھے کہ نبی پاک (ص) نے ابو بکر کی طرف عائشہ کے لئے پیغام بھیجا۔۔۔۔ خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ جھوٹ کس نے بولا۔۔۔ ہم جو کچھ عرض کریں گے تو شکایت ہو گی

اس رافضی کی بکواس ہی کہا جاسکتا ہے۔جناب جعفر بن محمد الصادق رحمہ اللہ (میرے ماں باپ ان پر قربان) اہل سنت والجماعت کے ثقہ امام ہیں۔اللہ ان کی قبر کو نور سے بھر دے آمین۔رافضہ کی گھڑی ہوئی اسناد میں ان کی طرف منسوب کیا جاتا ہے کہ وہ براہ راست رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں جبکہ وہ تو رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد پیدا ہوئے۔یعنی ان کی رسول اللہ ﷺ،سیدنا علی، حسن،اور حسین رضی اللہ عنھم سے روایت میں ارسال ہے۔اگر ہم چاہتے تو یہی زبان سیدنا جعفر الصادق رحمہ اللہ کے متعلق استعمال کرسکتے تھے۔لیکن ہم رافضی نہیں ہیں۔اللہ کی لعنت ہو رافضہ پر

آگے رافضی لکھتا ہے۔۔

اقول:۔۔گو کہ آپ کے علم حدیث میں اعلیٰ مقام رکھنے والے عالم خطیب تبریزی نے اسے صحیح کہا ہے لیکن اگر آپ کے والی منطق مان لی جائے کہ صحیح شواہد کی وجہ سے مرسل کو صحیح کہا گیا تو آپ کے عالم صاحب نے بھی اس کے شواہد کا ذکر کیا ہے چنانچہ آپ کے ہی کلیے کے مطابق یہ صحیح ٹھہرتی ہے

الجواب بعون الوهاب

1۔رافضی کذاب صاحب خطیب تبریزی رحمہ اللہ پر آپ جھوٹ بول چکے ہیں اور انہوں نے اسے قطعاً صحیح نہیں کہا۔

2۔میری منطق کو ہی مان لیجیے اب دیکھیے صحیح متابعت اور شواہد کی وجہ سے ہم نے صحیح بخاری کی ایک مرسل حدیث کو صحیح ثابت کر دیا ہے۔لہذا ہماری منطق ہی بالکل ٹھیک ہے۔

پھر رافضی اگلی ہانکتا ہے

اقول:۔۔۔اگر اسی بات کو بنیاد بنا کر ہم کہیں کہ بخاری نے دوسری سند عروۃ کے ارسال کی وجہ سے نہیں بلکہ أَبُو مَرْوَانَ يَحْيَى بْنُ أَبِي زَكَرِيَّاءَ الْغَسَّانِيُّ کے ضعف کی وجہ سے دی کیونکہ بخاری ایک دوسری جگہ عروۃ کا ارسال قبول کر چکے ہیں تو جناب کی تمام تر محنت کھو کھاتے پڑ جاتی ہے۔

الجواب بعون الوھاب

1۔رافضی کذاب صاحب خطیب تبریزی رحمہ اللہ پر آپ جھوٹ بول چکے ہیں اور اب آپ امام بخاری رحمہ اللہ پر جھوٹ بولنا چاہتے ہیں۔اب آپ اپنا رافضی قیاس چلانا چاہتے

ہیں تو آپ کی مرضی۔ ہم تو ثابت کر آئے ہیں کہ آپ جھوٹ بولتے ہیں لہذا آپ اب امام بخاری رحمہ اللہ پر بھی جھوٹ بول دیں گے۔ کوئی بات نہیں۔

پھر رافضی لکھتا ہے۔۔

اقول:۔۔۔ آپ کا حاصل کلام منقولہ بالا تحقیق کی روشنی میں باطل ٹھہرتا ہے۔۔۔ حاصل کلام: عروۃ کی مرسل لائق حجت اور صحیح ہیں کیونکہ عروۃ کے ترجمہ میں لکھا گیا ہے کہ وہ اکثر صغیر سن کے واقعات اپنے والد (زبیر بن العوام) یا اپنی خالہ عائشہ یا اپنی والدہ اسماء بنت ابی بکر سے روایت کرتا ہے۔

حدث عن أبيه بشيء يسير لصغره ، وعن أمه أسماء بنت أبي بكر الصديق ، وعن خالته أم المؤمنين عائشة ، ولازمها وتفقه بها-

اور یہی بات ابن حجر شارع صحیح بخاری نے بیان کی ہے صحیح بخاری کی عروہ والی مرسل حدیث کے جواب میں---- وإن كان صورة سياقه الإرسال فهو من رواية عروة في قصة وقعت لخالته عائشة وجده لأمه أبي بكر ، فالظاهر أنه حمل ذلك عن خالته عائشة أو عن أمه أسماء بنت أبي بكر

چنانچہ ہم اس روایت میں بھی چوڑی گئی مجہول کڑی انہی میں سے کوئی ہو سکتی ہے اور یہ تینوں اہلِ سُنت کے اصول کے مطابق ثقہ و مامون ہیں۔۔۔۔خطیب تبریزی اہلِ سُنت کے بڑے عالم ہیں۔۔۔محمد بن عبد الله الخطيب العمري، أبو عبد الله، ولي الدين، التبريزي التبريزي (000 - 741 هـ = 000 - 1340 م) محمد بن عبد الله الخطيب العمري، أبو عبد الله، ولي الدين، التبريزي: عالم بالحديث. له (مشكاة المصابيح - ط) أكمل به كتاب مصابيح السنة للبغوي، وفرغ من تأليفه سنة 737 و (الإكمال في أسماء الرجال - ط) بهامش المشكاة . نقلا عن : الأعلام للزركلي كتب المصنف مشكاة المصابيح

الجواب بعون الوھاب

1۔اہل سنت والجماعت دلیل پر قائم ہے اور یہ رافضہ کذابین کی طرح گمان کا دھرم نہیں۔ عروۃ بن زبیر رحمہ اللہ نے سماع کی تصریح نہیں کی لہذا محض گمان کی وجہ سے اس حدیث کو صحیح قرار نہیں دیا جا سکتا۔

2۔حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ گمان ظاہر کر رہے ہیں اور گمان سے کسی حدیث کی اسناد کو صحیح یا ضعیف نہیں کہا جا سکتا۔ دوسرا حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے بھی اس

حدیث کو اپنے گمان کی وجہ سے صحیح نہیں کہا بلکہ وہ صرف ایک احتمال ظاہر کر رہے ہیں۔
یہ سند عروۃ رحمہ اللہ کے سماع کی تصریح کے بغیر ضعیف ہی ہے لیکن یہ حدیث صحیح ہے
کیونکہ اس کے مثل دوسری حسن سند بیان کی جاچکی ہے۔

3۔ بلاشبہ خطیب تبریزی رحمہ اللہ جلیل القدر محدث اور ثقہ امام ہیں۔ لیکن رافضی
کذاب نے ان پر جھوٹ بولا۔ اور اپنے پورے نوٹ کو اس جھوٹ کی بنیاد پر قائم کیا۔

جب رافضی جھوٹ بول بول کر تھک گیا تو اس نے آخری بکواس کچھ یوں کی۔

تو ہمارا سوال ہے کہ خود امام مسلم و بخاری نے جو مراسیل نقل کی ہیں اور
آپ ان کو صحیح سمجھتے ہیں تو اس میں اتصال سند کدھر ہے۔ابو ھریرہ نے سند
میں تدلیس کرتے ہوئے راوی حذف کر دیا، اور روایت جو دی وہ بھی غلط اور
امر واقعہ کے خلاف اگر اس طرح مراسیل کو رد کرنا ہے تو پھر تو صحابہ کی
مراسیل بھی رد ہونی چاہئیں کیوں کہ یہ شک و شبہ تو پھر بھی برقرار رہے گا
کہ اس صحابی نے کس سے روایت کی، اور کیا اُس سے مروی روایت ٹھیک ہے
بھی کہ نہیں

اگر ابو ھریرہ ضعفاء سے روایت نہیں کرتا تھا تو اس کو تدلیس کرنے کی ضرورت کیا تھی ؟ اور جب کہ ثابت ہو گیا کہ ابو ھریرہ کی مراسیل غلط بھی ہیں تو صحیح بخاری و مسلم کی احادیث کا کیا بنے گا؟

1۔ صحیح بخاری اور مسلم کی غیر صحابی سے وہ اسناد جن میں ارسال ہے وہ ضعیف ہیں لیکن ان اسناد کے ساتھ جو احادیث بیان ہوئی ہیں وہ بالکل صحیح ہیں کیونکہ اس کے مثل دوسری صحیح یا حسن اسناد صحیح بخاری، مسلم، یادیگر حدیث کی کتب میں موجود ہیں۔

صحابی کی مراسیل اس وجہ سے رد نہیں کی جاتی کیونکہ تمام صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین عادل ہیں صحابہ کی مراسیل اس وجہ سے صحیح ہوتی ہے کیونکہ وہ اگر ارسال کریں گے بھی تو وہ حدیث انہوں نے کسی دوسرے صحابی سے سنی ہو گی جو عادل اور ثقہ ہوں گے۔لہذا صحابہ کی مراسیل مطلقا قبول ہیں۔ لیکن تابعین کی مراسیل کے بارے میں یہ نہیں کہا جاسکتا کہ انہوں نے وہ حدیث کسی صحابی سے سنی یا تابعی سے اور تابعین میں ضعفاء بھی موجود ہیں لہذا تابعین کی مراسیل ضعیف ہیں۔

2۔رافضی جاہل نے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ پر تدلیس کا الزام لگایا جبکہ یہ الزام سراسر باطل ہے۔جو رافضی پہلے جھوٹ بول چکا ہے وہ صرف حوالہ لکھ کر تدلیس کا

الزام لگاتا ہے۔ رافضی کذاب نے سیر اعلام النبلاء کا صرف حوالہ لکھ دیا لیکن وہ اصل عبارت نہیں لکھی جس سے وہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ پر الزام لگا رہا ہے شائد اس کو یہ شک تھا کہ اس پر بھی مجھے جوتے نہ پڑ جائیں اس لئے اس نے حوالہ دینے میں ہی عافیت سمجھی۔ رافضی کی اعتراض کی نشاندہی نہیں ہو سکی اس وجہ سے اس کا جواب نہیں دیا جا رہا۔ جب رافضی مکمل حوالہ بمعہ مکمل سند و متن نقل کرے گا تو منہ توڑ جواب دیا جائے گا ان شاء اللہ۔

3۔ آخری میں رافضی نے صحیح مسلم کا سکین لگایا لیکن مجھے اس رافضی کا اعتراض سمجھ نہیں آیا۔ شائد جھوٹ بول بول کر تھک گیا اور لکھا۔۔۔

"یہ لے مرسل روایت"

اگر رافضی صحیح مسلم کی حدیث سے مراد سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مراسیل لے رہا ہے تو جواب دیا جا چکا ہے۔ باقی اللہ ہی جانے اس کا اعتراض کیا تھا۔ یہ شخص یا تو پاگل ہے یا جنونی۔

الزامی جواب

رافضہ کتب میں جو سیدنا علی، حسن، اور حسین رضی اللہ عنھم کے علاوہ باقی رافضہ کے نام نہاد ائمہ کی جو روایات رسول اللہ ﷺ سے موجود ہیں وہ بھی مرسل اور منقطع ہیں۔ ان تمام لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کا زمانہ نہیں پایا۔ تو وہ براہ راست رسول اللہ ﷺ سے کیسے روایت کر سکتے ہیں؟ ان کی مرسل روایت ضعیف ہونے کی کیا دلیل ہے؟ جب عام شیعہ روایت کی منقطع اور مرسل روایات ضعیف ہیں تو جعفر الصادق رحمہ اللہ کی مرسل کیسے صحیح ہو سکتی ہے؟

نتیجه

اہل سنت والجماعت کے نزدیک غیر صحابی کی مراسیل ضعیف اور ناقابل حجت ہیں۔ جس حدیث میں آیا ہے کہ شیخین رضی اللہ عنہم اجمعین جنازہ رسول اللہ ﷺ میں شامل نہ تھے وہ ضعیف اور ناقابل حجت ہے کیونکہ وہ عروۃ بن زبیر رحمہ اللہ کی مراسیل میں سے۔ اور وہ روایت ضعیف اور متروک ہے۔ والحمد للہ

وما علینا الا البلاغ

ابوتراب سلفی

المجلد الخامس

تأليف

ابن أبي عاصم

٢٠٦ ـ ٢٨٧

تحقيق الدكتور

باسم فيصل أحمد الجوابرة

أستاذ الحديث المشارك بجامعة الإمام محمد بن سعود الإسلامية

دار الراية

٣٠٠٥ - **حدثنا** المقدمي نا موسى نا حماد بن سلمة عن هشام بن عروة عن عباد بن حمزة عن عائشة رضي الله عنها أنها قالت (٣٣٢/ب) يا رسول الله ﷺ كل النساء قد اكتنين فاكنيني قال: «**فاكتني بابنك**[١] **عبد الله بن الزبير**».

٣٠٠٦ - **حدثنا** سعيد بن يحيى بن سعيد نا أبي عن محمد بن عمرو عن يحيى بن عبد الرحمن بن حاطب عن عائشة رضي الله عنها قالت خولة بنت حكيم بن أمية بن الأوقص امرأة عثمان بن مظعون رضي الله عنهما وذلك بمكة. أي رسول الله ألا تتزوج قال: ومن قالت: إن شئت بكراً وإن شئت ثيباً، قال: فمن البكر؟ قالت: بنت[١] أحب خلق الله إليك عائشة بنت أبي بكر رضي الله عنه، قال: ومن الثيب؟ قالت: سودة بنت زمعة بن قيس آمنت بك واتبعتك على ما أنت عليه، قال: فاذهبي فاذكريهما عليّ قالت:

٣٠٠٥ - رواه أبو داود كتاب الأدب ٤/٢٩٣ رقم ٤٩٧٠ من طريق حماد بن سلمة به نحوه، ورواه البخاري في الأدب المفرد ٢٨٧ رقم ٨٥٤ والطبراني ٢٣/١٨ رقم ٣٦، ٣٧ من طريق هشام بن عروة به نحوه، ورواه أبو داود ٤/٢٩٣ رقم ٤٩٧٠ وأحمد ٦/١٠٧، ١٥١، ١٨٦، ٢٦٠ والطبراني ٢٣/١٨ رقم ٣٥ من طريق هشام بن عروة عن أبيه عن عائشة نحوه، وهو حديث صحيح.

(١) قال أبو داود يعني بابن أختها.

٣٠٠٦ - رواه الطبراني في الكبير ٢٣/٢٣ رقم ٥٧ من طريق سعيد بن يحيى به نحوه، قال الحافظ في الإصابة وأخرج ابن أبي عاصم من طريق يحيى القطان به نحوه، قال الهيثمي في مجمع الزوائد ٩/٢٢٥ ورجاله رجال الصحيح غير محمد بن عمرو بن علقمة وهو حسن الحديث، ورواه الطبراني ٢٤/٣٠ رقم ٨٠ من طريق سعيد به وذكر قصة سودة.

(١) جاء في الأصل ابن بنت وقد حذفت ابن.

فجاءت فدخلت بيت أبي بكر رضي الله عنه فوجدت أم رومان أم عائشة، قالت: أي أم رومان ماذا أدخل الله عز وجل عليكم من الخير والبركة، قالت: وما ذاك؟ قالت: أرسلني رسول الله ﷺ أخطب عليه عائشة، قالت: وددت. انتظري أبا بكر رضي الله عنه فإنه آتٍ. فجاء أبو بكر رضي الله عنه فقالت: يابا بكر ماذا أدخل الله عز وجل عليكم من الخير والبركة. أرسلني رسول الله ﷺ أخطب عليه عائشة رضي الله عنها. قال: وهل تصلح له إنما هي ابنة أخيه، فرجعت إلى رسول الله ﷺ فذكرت ذلك له فقال: «**ارجعي إليه فقولي له أنت أخي في الإسلام وأنا أخوك وابنتك تصلح لي**»، فأتت أبا بكر رضي الله عنه فقال لخولة: ادعي لي رسول الله ﷺ فجاءه فأنكحه وهي يومئذ ابنة ست سنين.

٣٠٠٧ ـ **حدثنا** الحسن بن علي نا محمد بن الحسن نا سفيان الثوري عن سعد بن إبراهيم عن القاسم عن عائشة رضي الله عنها قالت: تزوج بي رسول الله ﷺ وأنا ابنة ست سنين وبنى عَليّ (٣٣٣/أ) وأنا ابنة تسع سنين وبنى عليّ في شوال.

٣٠٠٨ ـ **حدثنا** أبو الربيع الزهراني نا محمد بن حازم نا أبو حنيفة عن حماد عن إبراهيم عن الأسود عن عائشة رضي الله عنها قالت: قال رسول الله ﷺ في مرضه الذي قبض فيه:

«**إنه ليهون عليّ الموت أني أريتك زوجتي في الجنة**».

٣٠٠٧ ـ رواه الطبراني ٢٢/٢٢ رقم ٥٢ من طريق محمد بن الحسن به نحوه.

٣٠٠٨ ـ رواه الطبراني في الكبير ٢٢/٣٩ رقم ٩٨ من طريق محمد بن حازم به نحوه وإسناده ضعيف.

الكاشف

في معرفة من له رواية في الكتب الستة

للإمام شمس الدين أبي عبد الله محمد بن أحمد الذهبي الدمشقي

ولد سنة ٦٧٣ - وتوفي سنة ٧٤٨ هـ

وحاشيته

للإمام برهان الدين أبي الوفاء إبراهيم بن محمد سبط ابن العجمي الحلبي

ولد سنة ٧٥٣ - وتوفي سنة ٨٤١ هـ

رحمهما الله تعالى

قابلهما بأصل مؤلفيهما

وقدم لهما وعلق عليهما

محمد عوامة

وخرج نصوصهما

أحمد محمد نمر الخطيب

شيخه سعيدٌ المقبُري، والليث، توفي ١٣٥. ع.

١٩٧١ ـ سعيد بن وَهْب الخَيْوانيُّ، أحد أشراف هَمْدان، سمع من معاذ باليمن، ومن علي، وابن مسعود، وعنه ابنه عبد الرحمن، وأبو إسحاق، ثقة. م س.

١٩٧٢ ـ سعيد بن يُحْمِد أبو السَّفَر الهَمْدانيُّ، عن ابن عباس، والبراء، وعنه شعبة، ومالك بن مِغْوَل، توفي ١١٢. ع.

١٩٧٣ ـ سعيد بن يحيى بن الأزهر الواسطيُّ، عن ابن عيينة، وأبي معاوية، وعنه مسلم، وابن ماجه، وابن مجاشِع السَّخْتِيانيُّ، ثقة، توفي ٢٤٣. م ق.

١٩٧٤ ـ سعيد بن يحيى بن سعيد بن أبانٍ الأمويُّ، عن أبيه، وابن المبارك، وعنه مَنْ عدا ابن ماجه، وابن صاعد، والمحامِليُّ، ثقة، توفي ٢٤٩. خ م د ت س.

١٩٧٥ ـ سعيد بن يحيى بن صالح اللخْميُّ، سَعْدان، عن زكريا بن أبي زائدة، وهشام بن عروة، وعنه هشام بن عمار، وعلي بن حُجْر، صدوق، وقال الدارقطني: ليس بذاك. خ س ق.

١٩٧٦ ـ سعيد بن يحيى أبو سفيان الحِمْيَريُّ الواسطيُّ، عن حُصَين، وعوف، وعنه ابن راهويه، والذُّهْليُّ، صدوق، قال الدارقطني: ليس بالقوي، وقال أبو داود: ثقة، توفي ٢٠٢. خ ت.

١٩٧٧ ـ سعيد بن يَرْبُوع المخزوميُّ الصُّرْم، من الطُّلَقاء، عن النبي ﷺ، وعنه ابنه عبد الرحمن، يقال: عاش مائة وعشرين سنة، توفي ٥٤. د.

٥٧/أ ١٩٧٨ ـ سعيد بن يزيد أبو مَسْلَمَة الأزديُّ، عن أنس، ومُطَرِّف بن الشِّخِّير، وعنه يزيد بن زُرَيع، وابن عُلَيَّة، ثقة. ع.

١٩٧٢ ـ [يُحْمِد: بضم الياء، وسكون الحاء، وفتح الميم. كذا ضبطه النووي في «شرحه». وفيه نظر، ولعله غلط من الكاتب؟ وأما غيره فضبطه بخطه بكسرها، وكذا ضبطه بالحروف أبو علي الغساني في «تقييده». قال الترمذي في باب ما جاء في العفو، في كتاب الديات: ولا نعرف لأبي السفر سماعاً من أبي الدرداء. ثم سمى أبا السفَر].

«سنن الترمذي» الموضع المذكور ٥: ٨١ (١٣٩٣). وانظر الحاشية على رقم (١٩٨٧) من أجل ضبط الفاء من كنيته.

وفي «التقريب» (٢٤١٣): «ثقة».

١٩٧٤ ـ (٢٤١٥): «ثقة ربما أخطأ».

١٩٧٥ ـ «سؤالات الحاكم للدارقطني» (٣٥١). وفي «التقريب» (٢٤١٦): «صدوق وسط».

١٩٧٦ ـ «توفي ٢٠٢»: [وعلى ما أرّخ هنا في أبي سفيان الحميري اقتصر في «التذهيب» و«الميزان». قال الدمياطي في حواشيه على صحيح البخاري: مات يوم الأربعاء لأربع ـ وقيل لسبع ـ بَقِينَ من شعبان].

«التذهيب» ٢: ١٠٥/ب، «الميزان» ٤ (١٠٢٥٠). وفي «التاريخ الكبير» للبخاري ٣ (١٧٤٤) التاريخ المذكور عن الدمياطي، إلا قوله «وقيل لسبع».

وكلمة الدارقطني في «سؤالات الحاكم» أيضاً (٣٣٧) وفي «التقريب» (٢٤١٧): «صدوق وسط أيضاً».

١٩٧٨ ـ [توفي أبو مسلمة سنة ١٣٢. قاله شيخنا ابن الملقن].

٦١٧٠ ـ يحيى بن زياد الرقّي، فُهَيْر، عن ابن جُرَيج، وخُلَيد بن دَعْلَج، وعنه داود بن رُشَيد، وأيوب الوزَّان، ثقة عابد. ق.

٦١٧١ ـ يحيى بن سَام، عن موسى بن طَلْحة، وعنه الأعمش، وفِطْر، وثِّق. ت س.

٦١٧٢ ـ يحيى بن سعيد بن أبانَ الأمويُّ الحافظ، عن أبيه، وهشام بن عروة، وابن إسحاق، وعنه ابنه سعيدٌ، صاحبُ المغازي، وأحمد، وإسحاق، ثقة يُغرِب عن الأعمش، عاش ثمانين سَنة، مات ١٩٤. ع.

٦١٧٣ ـ يحيى بن سعيد بن حَيَّان أبو حيان التَّيْميُّ، عن أبي زُرعة، والشعبي، وعنه يحيى القطّان، وأبو أسامة، إمام ثَبْت، مات ١٤٥. ع.

٦١٧٤ ـ يحيى بن سعيد بن العاص الأمويُّ، عن عثمان، وعائشة، وعنه الزهري، والربيع بن سَبْرَة، ثقة. بخ م.

٦١٧٥ ـ يحيى بن سعيد بن فَرُّوخَ، الحافظ الكبير، أبو سعيدالتميميُّ مولاهم، البصري القطّان، عن هشام بن عروة، وحُميد، والأعمش، وعنه أحمد، وعلي، ويحيى، قال أحمد: ما رأيتُ مثله، وقال بُنْدار: حدثنا إمامُ أهل زمانه يحيى القطّان، واختلفتُ إليه عشرين سنةً فما أظنُّ أنه عصى الله قطُّ. ولد القطّان ١٢٠، ومات ١٩٨ في صفر، وكان رأساً في العلم والعمل. ع.

٦١٧٦ ـ يحيى بن سعيد بن قيس بن عمرو، الإمام أبو سعيد الأنصاري، قاضي السفَّاح، عن أنس، وابن المسيَّب، وعنه مالك، والقطّان، حافظ فقيه حجة، مات ١٤٣. ع.

٦١٧٧ ـ يحيى بن أبي سفيان الأَخْنَسيُّ، عن أبي هريرة، ومعاوية، وعنه عبد الله بن عبد الرحمن، وإسحاق بن رافع، وثِّق. د ق.

= (٦٨٨٣)، ثالثها: آخر حديث في كتاب الاعتصام ١٣: ٣٤٠ (٧٣٧٠). وكلها في المتابعات إلا هذا الأخير، فإنه من روايته عن هشام بن عروة عن أبيه، عن عائشة، في قصة الإفك، ورواه البخاري في عشرين موضعاً آخر، منها: قبله مباشرة من طريق صالح بن كيسان، عن الزهري، عن عروة، فهي متابعة قاصرة ـ كما يقولون ـ وليس فرداً، كما قال الكلاباذي في «رجال صحيح البخاري» ٢ (١٣٥١).

٦١٧٠ ـ (٧٥٥١): «صدوق عابد». «ثقات» ابن حبان ٩: ٢٥٥.

٦١٧١ ـ «ثقات» ابن حبان ٥: ٥٣٠، ٧: ٦٠٢. وفي التهذيبين عن الآجري، عن أبي داود: «بلغني أنه لا بأس به، وكأنه لم يرضه».

٦١٧٢ ـ «صاحب المغازي»: كتبت هذه الكلمة على الحاشية في نسخة السبط، فعلّق عليها بقوله: [هذه التخريجة ليست في نسخة صحيحة مقروءة]. وهي ثابتة في الأصل. وصاحب «المغازي»: هو المترجَم، لا ابنه سعيد. قال عنه المصنف رحمه الله في «العبر» ١: ٢٤٥ في حوادث سنة ١٩٤: «حَمَل «المغازي» عن ابن إسحاق واعتنى بها، وزاد فيها أشياء».

٦١٧٤ ـ «بخ م»: هذا رمز صحيح لا تحريف فيه، والرمز الأول ليس على شرط المصنف.

٦١٧٦ ـ ووصفه بالتدليس يحيى بن سعيد القطّان، وابن المديني، والدارقطني، كما في «التهذيب» و «طبقات المدلسين» للحافظ، لكنه من أهل المرتبة الأولى الذين احتمل الأئمة تدليسهم، لإمامتهم وندرة تدليسهم.

٦١٧٧ ـ «ثقات» ابن حبان ٥: ٥٢٧ ـ وأعاده ٧: ٥٩٧ ـ وقال: «يروي المراسيل» وأصله لأبي حاتم الذي نفى لقاء المترجَم بأبي هريرة، كما في «الجرح» ٩ (٦٤٤). وفي «التقريب» (٧٥٦٠): «مستور».

تقريب التهذيب

تأليف

الحافظ أحمد بن علي بن حجر العسقلاني

٧٧٣ - ٨٥٢ هجرية

مع التوضيح والإضافة من كلام

الحافظين المزي وابن حجر أو من مآخذهم

حققه وعلق عليه ووضحه وأضاف إليه

أبو الأشبال صغير أحمد شاغف الباكستاني

تقديم

بكر بن عبد الله أبو زيد

دار العاصمة

للنشر والتوزيع

٦٢٢٧	ع	محمد بن عمرو بن عطاء القرشي، العامري، المدني، ثقة، من الثالثة، مات في حدود العشرين، ووهم من قال: إن القطّان تكلم فيه، أو إنه خرج مع محمد بن عبد الله بن حسن، فإن ذاك هو ابن عمرو بن علقمة، الآتي [٦٢٢٨].
٦٢٢٨	ع	محمد بن عمرو بن علقمة بن وقاص الليثي، المدني، صدوق له أوهام، من السادسة، مات سنة خمس وأربعين على الصحيح.
٦٢٢٩	ت	محمد بن عمرو بن علي بن أبي طالب، مجهول، من الثالثة، وقيل الصواب: عن محمد بن علي.
٦٢٣٠	ت	محمد بن عمرو بن نبهان بن صفوان البصري، ويقال له: محمد بن عمرو بن أبي صفوان، [ويقال له: محمد بن أبي صفوان][1]، مقبول، من الحادية عشرة.
٦٢٣١	د	محمد بن عمرو الأنصاري، المدني، شيخ لابن مهدي، مقبول، من السابعة.
٦٢٣٢	تمييز	محمد بن عمرو (الأنصاري) الواقفي، أبو سهل البصري، مشهور بكنيته، واختلف في اسم جده، ضعيف، من السابعة.
٦٢٣٢/١	س	محمد بن عمرو [الأنصاري][2]، عن أبيه، وعنه محمد بن عمرو بن حلحلة، (كذا وقع عنده في بعض النسخ)، صوابه: ابن عمران [٦٢٣٨].
٦٢٣٣	خ ت	محمد بن عمرو السوّاق البلخي، صدوق، من العاشرة، مات سنة ست وثلاثين.
٦٢٣٤	تمييز	محمد بن عمرو، أبو أحمد البلخي، شيخ لابن أبي الدنيا، مستور، من الحادية عشرة، ويحتمل أن يكون السواق [٦٢٣٣].

---

(١) سقط من «د» و«م» و«هـ».

(٢) سقط من «ز» و«ق».

ومثناة ثقيلة، [أبو سعيد][1] الحراني، ابن امرأة الأوزاعي [٣٩٩٢]، ضعيف، من التاسعة، مات سنة ثماني عشرة، وهو ابن سبعين.

٧٦٣٦ م د يحيى بن عبد الله بن عبد الرحمن بن سعد أو أسعد بن زُرارة الأنصاري، المدني، ثقة، من الرابعة.

٧٦٣٧ قدق يحيى بن عبد الله بن عبيد الله بن أبي مُليكة [التيمي، المكي][2]، ليّن الحديث، من السابعة، مات سنة ثلاث وسبعين.

٧٦٣٨ س يحيى بن عبد الله بن مالك بن عياض، صدوق، من السادسة.

٧٦٣٩ ع يحيى بن عبد الله بن محمد بن يحيى بن صيفي، (ويقال: يحيى بن محمد، ويقال: يحيى بن عبد الله بن صيفي) المكي، ثقة، من السادسة.

٧٦٤٠ صد يحيى بن عبد الله بن يزيد بن أنيس الأنصاري، الأنيسي، المدني، صدوق، من الثامنة.

٧٦٤٠/١ ق يحيى بن عبد الله، مولى أبي بكر[3] [٣٤٩٠]، (كذا ذكره صاحب الكمال)، صوابه: يحيى بن عثمان [٧٦٥٦].

ز ٧٦٤٠/٢ ت س يحيى بن عبد الله، تقدم في يحيى بن أبي الحجاج [٧٥٧٧].

٧٦٤١ م يحيى بن عبد الحميد بن عبد الرحمن بن بشمين، بفتح الموحدة وسكون المعجمة، الحِمَّاني، بكسر المهملة وتشديد الميم، الكوفي، حافظ إلا أنهم اتهموه بسرقة الحديث، من صغار التاسعة، مات سنة ثمان وعشرين.

٧٦٤٢ م ٤ يحيى بن عبد الرحمن بن حاطب بن أبي بلتعة، أبو محمد أو أبو بكر المدني، ثقة، من الثالثة، مات سنة أربع ومائة.

---

(١) في بعض النسخ المطبوعة: «أبو سعد»، وهو خطأ مطبعي.

(٢) سقط من «م». وفي «ش»: «التميمي، المكي»، وهو خطأ مطبعي.

(٣) في «م»: «مولى أبي بكير»، وهو خطأ مطبعي.

مجمع الزوائد ومنبع الفوائد

تأليف

الحافظ نور الدين علي بن أبي بكر بن سليمان الهيثمي المصري

المتوفى سنة ٨٠٧ هـ

تحقيق

محمد عبد القادر أحمد عطا

الجزء التاسع

المحتوى:

كتاب المناقب

اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ خَيْرًا مِنْهَا؟ قَالَ: «مَا أَبْدَلَنِي اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ خَيْرًا مِنْهَا قَدْ آمَنَتْ بِى إِذْ كَفَرَ بِى النَّاسُ، وَصَدَّقَتْنِى إِذْ كَذَّبَنِى النَّاسُ، وَوَاسَتْنِى بِمَالِهَا إِذْ حَرَمَنِى النَّاسُ، وَرَزَقَنِى اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ وَلَدَهَا وَحَرَمَنِى أَوْلَادَ النِّاس»(١).

رواه أحمد، وإسناده حسن.

١٥٢٨٢ - وَعَنْ عبد الرحمن بن أبي ليلى، أن جِبْرِيل كَانَ مَعَ النَّبِى ﷺ، فجاءت خديجة، فَقَالَ رَسُول اللَّهِ ﷺ: «يا جِبْرِيل، هَـذِهِ خديجة»، فَقَالَ جِبْرِيل، عَلَيْهِ السَّلام: أقرئها من اللَّه السَّلام ومنى(٢).

رواه الطبرانى مرسلاً، ورجاله رجال الصحيح.

١٥٢٨٣ - وَعَنْ سعيد بن كثير، قَالَ: جَاءَ جِبْرِيل، عَلَيْهِ السَّلام، إِلَى النَّبِى ﷺ وَهُوَ بحراء، فَقَالَ: هَذِهِ خديجة قَدْ جاءت تحيس فِى غرزتها، فَقِيلَ لَهَا: إن اللَّه يقرئك السَّلام، فلما جاءت قَالَ لَهَا: «إن جِبْرِيل أعلمنى بك وبالحيس الَّذِى فِى غرزتك قبل أن تأتى، فَقَالَ: اللَّه يقرئها السلام»(٣).

رواه الطبرانى، وَفِيهِ محمد بن الحسن بن زبالة، وَهُوَ ضعيف.

١٥٢٨٤ - وَعَنْ عَائِشَة، قَالَتْ: أطعم رَسُول اللَّه ﷺ خديجة من عنب الجَنَّة(٤).

رواه الطبرانى فِى الأوسط، وَفِيهِ من لم أعرفه.

١٠٣ - باب فِى فضل عَائِشَة أم المؤمنين، رَضِى اللَّه عَنْها

باب فِى تزويجها

١٥٢٨٥ - عَنْ عَائِشَة، قَالَتْ: لما توفيت خديجة، قَالَتْ خولة بنت حكيم بن الأوقص امرأة عُثمان بن مظعون، وذلك بمكة: يَا رَسُول اللَّه، ألا تزوج؟ قَالَ: «من؟»، قَالَتْ: إن شئت بكرًا، وإن شئت ثيبًا، قَالَ: «فمن البكر؟»، قَالَتْ: ابنة أحب خلق اللَّه

---

(١) أخرجه الإمام أحمد فى المسند (٦/١١٧، ١١٨)، وأورده المصنف فى زوائد المسند برقم (٣٧٣٣)، والمتقى الهندى فى كنز العمال برقم (٣٤٣٤٨)، وابن حجر فى فتح البارى (٧/١٤٠، ٩/٣٢٧)، وابن كثير فى البداية والنهاية (٣/١٢٨).

(٢) أخرجه الطبرانى فى الكبير (٢٣/١٥).

(٣) أخرجه الطبرانى فى الكبير (٢٣/١٥).

(٤) أخرجه الطبرانى فى الأوسط برقم (٦٠٩٦).

إليك، عَائِشَة بنت أَبى بَكْر، قَالَ: «فمن الثيب؟»، قَالَتْ: سودة بنت زمعة، آمنت بك واتبعتك عَلَى مَا أَنْت عَلَيْهِ، قَالَ: «فاذهبى فاذكريها على»، فجاءت فدخلت بيت أَبى بَكْر، فوجدت أم رومان أم عَائِشَة، فَقَالَتْ: يَا أم رومان، ماذا أدخل اللَّه عليكم من الخير والبركة؟ أرسلنى رَسُول اللَّه ﷺ أخطب عَلَيْهِ عَائِشَة، قَالَتْ: وددت انتظرى أَبَا بَكْر، فإنه آت، فجاء أَبو بَكْر، فَقَالَتْ: يَا أَبَا بَكْر، ماذا أدخل اللَّه عليكم من الخير والبركة؟ أرسلنى رَسُول اللَّه ﷺ أخطب عَلَيْهِ عَائِشَة، فَقَال: هَلْ تصلح لَهُ؟ إنما هى بنت أخيه، فرجعت إِلَى رَسُول اللَّه ﷺ، فذكرت ذَلِكَ لَهُ، فَقَالَ: «ارجعى إليه، فقولى لَهُ: أَنْت أخى فِى الإِسْلاَم، وأنا أخوك، وابنتك تصلح لى»، فأتت أَبَا بَكْر، فَقَالَ: ادعى لى رَسُول اللَّه ﷺ، فجاء فأنكحه وأنا يومئذ ابنة ست سنين(١).

رواه **الطبرانى**، ورجاله رجال الصحيح، غير محمد بن عمرو بن علقمة، وَهُوَ حسن الحديث.

١٥٢٨٦ - وَعَنْ أبى سلمة، ويحيى بن عبد الرحمن بن حاطب، قَالاَ: لَمَّا هَلَكَتْ خَدِيجَةُ، جَاءَتْ خَوْلَةُ بِنْتُ حَكِيمٍ امْرَأَةُ عُثْمَانَ بْنِ مَظْعُون، فَقَالَتْ: يَا رَسُول اللَّهِ، أَلاَ تَزَوَّجُ؟ قَالَ: «مَنْ؟»، قَالَتْ: إِنْ شِئْتَ بِكْرًا، وَإِنْ شِئْتَ ثَيِّبًا، قَالَ: «فَمَنِ الْبِكْرُ؟»، قَالَتْ: بِنْتُ أَحَبِّ خَلْقِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ إِلَيْكَ، عَائِشَة بِنْتُ أَبِى بَكْرٍ، قَالَ: «وَمَنِ الثَّيِّبُ؟»، قَالَتْ: سَوْدَةُ ابْنَةُ زَمْعَةَ قَدْ آمَنَتْ بِكَ، وَاتَّبَعَتْكَ عَلَى مَا تَقُولُ، قَالَ: «اذْهَبِى فَاذْكُرِيها عَلَىَّ»، فَأَتت عَلَى أُمِّ رُومَان، فَقَالَتْ: يَا أُمَّ رُومَانَ، مَاذَا أَدْخَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلَيْكُمْ مِنَ الْخَيْرِ وَالْبَرَكَةِ؟ قَالَتْ: وَمَا ذَاكَ؟ قَالَتْ: أَرْسَلَنِى رَسُول اللَّهِ ﷺ أَخْطُبُ عَلَيْهِ عَائِشَة، قَالَتْ: انْتَظِرِى أَبَا بَكْرٍ حَتَّى يَأْتِىَ، فَجَاءَ أَبُو بَكْرٍ، فَقَالَتْ: يَا أَبَا بَكْرٍ، مَاذَا أَدْخَلَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ مِنَ الْخَيْرِ وَالْبَرَكَةِ؟ قَالَ: وَمَا ذَاكَ؟ قَالَتْ: أَرْسَلَنِى رَسُول اللَّهِ ﷺ أَخْطُبُ عَلَيْهِ عَائِشَة، فَقَالَ: وَهَلْ تَصْلُحُ لَهُ، إِنَّمَا هِىَ ابْنَةُ أَخِيهِ؟ فَرَجَعَتْ إِلَى رَسُول اللَّهِ ﷺ فَذَكَرَتْ لَهُ ذَلِكَ، قَالَ: «ارْجِعِى فَقُولِى لَهُ: أَنَا أَخُوكَ، وَأَنْتَ أَخِى فِى الإِسْلاَمِ، وَابْنَتُكَ تَصْلُحُ لِى»، فَرَجَعَتْ فَذَكَرَتْ ذَلِكَ لَهُ، قَالَ: انْتَظِرِى وَخَرَجَ، قَالَتْ أُمُّ رُومَانَ: إِنَّ مُطْعِمَ بْنَ عَدِىٍّ قَدْ كَانَ ذَكَرَهَا عَلَى ابْنِهِ، فَوَاللَّهِ مَا وَعَدَ مَوْعِدًا قَطُّ فَأَخْلَفَهُ لأَبِى بَكْرٍ، فَدَخَلَ أَبُو بَكْرٍ عَلَى مُطْعِمِ بْنِ عَدِىٍّ وَعِنْدَهُ امْرَأَتُهُ أُمُّ الْفَتَى، فَقَالَتْ: يَا ابْنَ أَبِى قُحَافَةَ، لَعَلَّكَ مُصْبٍ صَاحِبَنَا مُدْخِلُهُ فِى دِينِكَ الَّذِى أَنْتَ عَلَيْهِ إِنْ تَزَوَّجَ إِلَيْكَ؟ قَالَ أَبُو بَكْرٍ لِلْمُطْعِمِ بْنِ عَدِىٍّ: آقَوْلَ

---

(١) أخرجه الطبرانى فى الكبير (٢٣/٢٣).

بشرح صحيح الإمام أبي عبد الله محمد بن إسمعيل البخاري

للإمام الحافظ

أحمد بن علي بن حجر

العسقلاني

٧٧٣ - ٨٥٢

الجزء السابع

رقم كتبه وأبوابه وأحاديثه

واستقصى أطرافه ، ونبه على أرقامها في كل حديث

محمد فؤاد عبد الباقي

المكتبة السلفية

يقتضى أنه لم يبن بها إلا بعد قدومه المدينة بسنتين ونحو ذلك ، لأن قوله « فلبث سنتين أو نحو ذلك » أى بعد موت خديجة ، وقوله « ونكح عائشة » أى عقد عليها لقوله بعد ذلك « وبنى بها وهى بنت تسع » فيخرج من ذلك أنه بنى بها بعد قدومه المدينة بسنتين ، وليس كذلك ، لأنه وقع عند المصنف فى النكاح من رواية الثورى عن هشام بن عروة فى هذا الحديث « ومكثت عنده تسعا » وسيأتى ماقيل من إدراج النكاح فى هذه الطريق ، وهو فى الجملة صحيح ، فان عند مسلم من حديث الزهرى عن عروة عن عائشة فى هذا الحديث « وزفت اليه وهى بنت تسع ولعبتها معها ، ومات عنها وهى بنت ثمان عشرة » وله من طريق الأسود عن عائشة نحوه ، ومن طريق عبد الله بن عروة عن أبيه عن عائشة « تزوجنى رسول الله ﷺ فى شوال ، وبنى بى فى شوال » فعلى هذا فقوله « فلبث سنتين أو قريبا من ذلك » أى لم يدخل على أحد من النساء ، ثم دخل على سودة بنت زمعة قبل أن يهاجر ، ثم بنى بعائشة بعد أن هاجر ، فكأن ذكر سودة سقط على بعض رواته . وقد روى أحمد والطبرانى باسناد حسن عن عائشة قالت « لما توفيت خديجة قالت خولة بنت حكيم امرأة عثمان بن مظعون : يارسول الله ألا تزوج ؟ قال : نعم ، فما عندك ؟ قالت : بكر وثيب ، البكر بنت أحب خلق الله اليك عائشة ، والثيب سودة بنت زمعة . قال : فاذهبى فاذكريهما على فدخلت على أبى بكر فقال : إنما هى بنت أخيه ، قال : قولى له أنت أخى فى الإسلام ، وابنتك تصلح لى . فجاءه فأنكحه . ثم دخلت على سودة فقالت لها : أخبرى أبى ، فذكرت له ، فزوجه » وذكر ابن إسحاق وغيره أنه دخل على سودة بمكة . وأخرج الطبرانى من وجه آخر عن عائشة قالت « لما هاجر رسول الله ﷺ وأبو بكر خلفنا بمكة ، فلما استقر بالمدينة بعث زيد بن حارثة وأبا رافع ، وبعث أبو بكر عبد الله بن أريقط وكتب الى عبد الله بن أبى بكر أن يحمل معه أم رومان وأم أبى بكر وأنا وأختى أسماء ، فخرج بنا ، وخرج زيد وأبو رافع بفاطمة وأم كلثوم وسودة بنت زمعة ، وأخذ زيد امرأته أم أيمن وولديها أيمن وأسامة ، واصطحبنا ، حتى قدمنا المدينة فنزلت فى عيال أبى بكر ، ونزل آل النبى ﷺ عنده ، وهو يومئذ يبنى المسجد وبيوته ، فأدخل سودة بنت زمعة أحد تلك البيوت ، وكان يكون عندها ، فقال له أبو بكر : مايمنعك أن تبنى بأهلك ؟ فبنى بى » الحديث . قال الماوردى : الفقهاء يقولون : تزوج عائشة قبل سودة ، والمحدثون يقولون : تزوج سودة قبل عائشة ، وقد يجمع بينهما بأنه عقد على عائشة ولم يدخل بها ودخل بسودة . قلت : والرواية التى ذكرتها عن الطبرانى ترفع الاشكال وتوجه الجمع المذكور ، والله أعلم . وقد أخرج الاسماعيلى من طريق عبد الله بن محمد بن يحيى عن هشام عن أبيه « أنه كتب الى الوليد : إنك سألتنى متى توفيت خديجة ؟ وإنها توفيت قبل مخرج النبى ﷺ من مكة بثلاث سنين أو قريب من ذلك ، ونكح النبى ﷺ عائشة بعد متوفى خديجة ، وعائشة بنت ست سنين . ثم إن النبى ﷺ بنى بها بعد ماقدم المدينة وهى بنت تسع سنين » وهذا السياق لا إشكال فيه ، ويرتفع به ماتقدم من الإشكال أيضا ، والله أعلم . واذا ثبت أنه بنى بها فى شوال من السنة الأولى من الهجرة قوى قول من قال إنه دخل بها بعد الهجرة بسبعة أشهر ، وقد وهاه النووى فى تهذيبه ، وليس بواه إذا عددناه من ربيع الأول ، وجزمه بان دخوله بها كان فى السنة الثانية يخالف ماثبت كما تقدم أنه دخل بها بعد خديجة بثلاث سنين . وقال الدمياطى فى السيرة له : ماتت خديجة فى رمضان ، وعقد على سودة فى شوال ثم على عائشة ، ودخل بسودة قبل عائشة

جزء القراءة خلف الامام

للامام ابو عبدالله محمد بن اسماعيل البخاری رحمه الله تعالیٰ

١٩٤هـ ـــــ ٢٥٦هـ

حققه و علق علیه

الاستاذ فضل الرحمن الثوری

راجعه

الاستاذ محمد عطاء الله حنیف الفوجیانی

ویلیه

تألیف الامام السبکی فی ان مدرك الرکوع لیس بمدرك الرکعة علی الصحیح

اهتم بطبعه و نشره

المکتبة السلفیة

شیش محل روڈ ۔ لاہور ۔ پاکستان

واحتج بعض هـؤلآء . فقـال لا يقـرأ خلف الامام لقـول الله تعـالى فـاستمعوا لـه و انصتـوا . فقيل لـه . فيثنى على الله والامـام يقرأ ؟ قال نعم قيل لـه فلم جعلت عليـه الثنـاء ؟ والثنـاء عندك تطوع تتم الصلاة بغيره . والقـراءة فى الاصل واجـبـة . اسقطت الـواجب بحال الامام لقول الله تعالى فاستمعوا وامرتـه ان لا يستمع عند الثنـاء ولم تسقط عنه الثنـاء و جعلت الفـريضـة اهـون حـالا مـن التطـوع وزعمت انـه اذا جآء والامـام فى الفجر فانـه يصلى ركعتين لا يستمع ولا ينصت لقراءة الامام وهذا خلاف ما .

(٢٠) قاله النبى صلى الله عليـه وسلم قـال اذا اقيمت الصلوة فلا صلوة الا المكتوبة .

(٢١) فقـال ان النبى صلى الله عليـه وسلم قـال من كان لـه امام فقراءة الامام لـه قراءة . فقيل له . هذا خبر لم يثبت عنـد اهل العلم من اهل الحجاز واهل العـراق وغيرهم لارساله وانقطاعـه رواه ابن شـداد عن النبى صلى الله عليه وسلم .

قـال البـخـارى . وروى الحسن بن صـالح عن جـابـر عن ابى الـزبير عن النبى صلى الله عليه وسلم ولا يـدرى اسمع جابر من ابى الزبير .

(٢٢) و ذكـر عـن عبـادة بن الصامت وعبـدالله بن عمرو صلى النبى صلى الله عليه وسلم صلوة الفجر فقرأ رجل خلفه فقال لا يقرأن احـدكم والامام يقرأ الا بأم القران . فلو ثبت الخبران كلاهما لكان هـذا مستثني من الاول لقـوله لا يقـرأن الا بام الـكتاب . وقولـه من